اسلام فتنہ وفساد کو دور اور اخوت کو قائم کرتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ ؍جولائی ۱۹۷۹ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گزشتہ جمعہ میں نے ایک مضمون کی ابتدا کی تھی۔ مضمون لمبا ہے، لمبا چلے گا انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ۔ میں نے بتایا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بنیادی مقام قرآن کریم نے بیان کئے ہیں۔ ایک آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا اور دوسرے آپ کے بنی نوع انسان کے لئے، سارے بنی نوع انسان کے لئے مبعوث ہونا جیسا کہ فرمایا:-

قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:۱۵۹) تم سب کی طرف بلا استثناء کالے گورے، مشرق ومغرب میں بسنے والے، جنوب وشمال میں رہنے والے سب کی طرف میں مبعوث ہو کے آیا ہوں۔

یہ جو آپ كَآفَّةً لِّلنَّاسِ کے لئے رسول تھے۔ میں نے بتایا تھا کہ اس سے آگے دو چشمے پھوٹے، ایک باہمی شفقت اور پیار کا، اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ فتنہ اور فساد کو دور کرنے والا، شفقت اور اخوت کو قائم کرنے والا ہے۔ بڑا غور کیا قرآن کریم پر، اس لحاظ سے بنیادی حکم یہی ہے کہ پیار سے زندگی گزارو۔ اے نوعِ انسانی! میں تمہیں لڑنے نہیں دوں گا اور دوسرا جو چشمہ پھوٹا وہ ہے حقیقی کامل مساوات کا قیام۔ انسان انسان میں کوئی فرق نہیں رہنے دیا۔ Islam is a great Leveller ایک مقام پر سب کو لا کھڑا کیا۔ سب کو

برابر کر دیا اور میں نے بتایا کہ اشرف المخلوقات کہا گیا انسان کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا ہی عظیم اعلان فرمایا:- اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (حٰمٓ السجدة:۷) کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں فرق نہیں اور میں نے بتایا تھا کہ خود گھٹیا مقام پر گر کے یہ اعلان نہیں کیا بلکہ نوعِ انسانی کو اٹھا کر ایک ارفع مقام پر اپنے پاس کھڑا کیا اور کہا۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔

دوسری چیز میں نے یہ بتائی تھی کہ جہاں تک خدا تعالیٰ کی مخلوق کا سوال ہے انسان کے علاوہ کائنات کی ہر شے کو انسان کے لئے پیدا کیا گیا اور کسی چیز کو بھی کسی خاص انسان یا انسانوں کے کسی خاص گروہ کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔

ہر چیز کو تمہاری خدمت پر لگایا گیا یہ بھی اعلان کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم دین والوں کو بھی دیتے ہیں اور دنیا والوں کی بھی مدد کرتے ہیں۔ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (بنی اسرائیل:۲۱) تیرے رب کی عطا کسی گروہ سے بھی ردکی نہیں جاتی۔

آج کا مضمون میں نے لیا ہے والدین کے حقوق کی ادائیگی کے لحاظ سے والد والد میں جو ہزاروں فرق انسانی آنکھ دیکھتی ہے اس سب تفریق کو مٹا کر ہر والد کو (بیٹے کی نسبت کے ساتھ ہوگا نا والد) ایک ہی مقام پر لا کھڑا کیا۔ یہ اتنا عام مضمون نہیں جتنا شاید مشرق میں بسنے والے سمجھتے ہوں۔ گو مشرق میں رہنے والے بھی مغرب اور مغربی تہذیب سے متاثر ہو رہے ہیں۔ مغرب میں تو یہ حال ہے کہ مبالغہ نہیں ہوگا اگر میں کہوں کہ لاکھوں بچے ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کو یا باپ کو یا ماں کو اگر ان میں سے کوئی اکیلا ہی رہ گیا ہے اپنے پاس رکھنے کے لئے بھی تیار ہوں۔ جو لاوارثوں کے لئے انہوں نے بعض ادارے کھولے ہوئے ہیں یا بعض گھر پیسے لے کے رکھ لیتے ہیں وہاں ان کو وہ داخل کروا دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی سب ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو گئے ہیں۔ قرآن کریم نے ماں باپ کے جو حقوق قائم کئے ہیں وہ تین بنیادوں پر قائم کئے۔ ایک یہ کہ ماں باپ کے شکر گزار بچے بن کے رہو۔ دوسرے یہ کہ ماں باپ سے (حُسْنًا) حسن سلوک کرنے والے بنو اور تیسرے یہ کہ ماں باپ سے احسان کرو۔ یہ تین بنیادی اصول ہیں ماں باپ کے حقوق کے قیام کے لئے جو قرآن کریم میں بیان

کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۂ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے۔ یہ آیات شروع یہاں سے ہوتی ہیں۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (بنی اسرآء یل:۲۴، ۲۵) اوران دو آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

”تیرے رب نے اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور نیز یہ کہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔ احسان کا سلوک کرو۔ اگران میں کسی ایک پر یا ان دونوں پر بڑھاپا آجائے تو انہیں ان کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اوران سے ہمیشہ نرمی سے بات کرو اور رحمت کے جذبہ کے ساتھ ان کے سامنے عاجزانہ رویہ اختیار کرو اوران کے لئے دعا کرتے ہوئے یہ کہا کرو۔ اے میرے رب ان سے رحمت کا سلوک کر کیونکہ انہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی (جب میرا کسی عمل کی وجہ سے ان پر کوئی حق نہیں بنتا تھا)۔“

سورۂ عنکبوت میں ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا (العنکبوت:۹) اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے حسنِ سلوک، اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ دونوں تجھ سے اس بات میں بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک قرار دے حالانکہ اس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اس خاص حکم میں فرماں برداری نہ کر کیونکہ تم سب نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور میں تمہارے عمل کی نیکی بدی سے تم کو واقف کروں گا اور سورۂ لقمان میں ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ (لقمٰن:۱۵) اور ہم نے یہ کہتے ہوئے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو انسان کو اپنے والدین کے متعلق احسان کرنے کا تاکیدی حکم دیا۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (لقمٰن:۱۶) اور اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک مقرر کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی یہ بات مت مان۔ ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھ اور اس شخص کے پیچھے چل جو میری طرف جھکتا ہے اور دینی اور دنیوی معاملات میں اُس کا اسوہ

اس قابل ہے کہ اس کے پیچھے چلا جائے۔ یہ تین آیات آج کے اس مضمون کے لئے میں نے منتخب کی ہیں۔سورۂ بنی اسرائیل کی جو آیات ہیں ان میں مندرجہ ذیل احکام پائے جاتے ہیں۔

ایک۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی اور اس کا بڑا گہرا تعلق ہے اس تعلیم کے ساتھ جو اسلام نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے لئے دی۔

دوسرے یہ کہ ماں باپ سے احسان کرو اچھا سلوک کرو۔

تیسرے یہ کہ ان کی کسی بات پر خواہ تمہیں وہ ناپسند ہو اُف تک نہ کہو۔

چوتھے یہ کہ ان کو جھڑکو مت۔ کسی بات پہ بھی تلخ کلامی سے کام نہ لو۔

پانچویں یہ کہ ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کرو۔

چھٹے یہ کہ ان کے سامنے عاجزانہ رویہ اختیار کرو۔

ساتویں یہ کہ یہ عاجزانہ رویہ رحمت کے جذبہ سے تمہارے دلوں میں پیدا ہو یہ عاجزانہ رویہ جو تم اختیار کرو اس کی بنیاد رحمت کا جذبہ ہو۔ جس کا اظہار اس طرح کرو کہ ان کے لئے دعا کرتے رہا کرو (یہ آٹھواں ہے) کہ اے میرے رب ان سے رحمت کا سلوک کر۔

رحمت اسلامی اصطلاح میں آگے دو شکلیں اختیار کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے متعلق جو آتا ہے کہ وہ رحم کرتا ہے انسانوں پر اور دوسری چیزوں پر، ان میں سے ایک کا تعلق صرف انسان سے ہے، اس ایک رحمٰن کی صفت میں رحمت کا اظہار ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا اور ایک رحیم کی صفت میں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہوتا ہے۔ رحمٰن کی صفت میں جب اظہار ہو تو اس کے یہ معنی ہیں عربی لغت اور قرآنی اصطلاح میں کہ کوئی حق قائم نہیں کیا اس شخص نے جس سے رحمت کا سلوک ہو رہا ہے کہ بدلہ اس کا دینا ہو۔ انسانوں کے ساتھ اگر تعلق ہے یا یہ کہ اس کی جزا دینی ہو، نیک کام اگر کسی نے کیا اور اس کا جو بدلہ قرآن کریم کہتا ہے۔ میں اپنے فضل سے دوں گا وہ صفتِ رحمانیت کے نتیجہ میں نہیں۔ رحمانیت ہے بغیر عملِ عامل یعنی کسی نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا کہ جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے کیا گیا ہو اور خدا تعالیٰ نے اس عمل کو مقبول کر لیا ہو اور اس کو مقبول بنا کر پھر اس کی جزا دی ہو تو یہ بات رحمانیت کے معنی میں نہیں۔ رحمانیت میں وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے ہماری پیدائش

سے بھی قبل پیدا کر دیں جیسا کہ کہا گیا تھا۔

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ:۱۴)

تو جو نعماء اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں ان کی بڑی بھاری اکثریت شاید اگر آپ سوچیں تو ننانوے فی صد ایسی نعمتیں ہیں ایسے فضل اور برکتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ جن کا تعلق انسان کے کسی عمل سے نہیں۔ مثلاً سورج ہماری خدمت کر رہا ہے۔ مثلاً چاند ہماری خدمت کر رہا ہے۔ مثلاً ہوائیں ہماری خدمت کر رہی ہیں مثلاً پانی ہماری خدمت کر رہا ہے۔ مثلاً زمین اور اس کے خواص ہماری خدمت پہ لگے ہوئے ہیں۔ آپ میں سے کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کی پیدائش کے بعد آپ نے جب نیکیاں کیں تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو اور چاند کو اور زمین کو اور ہوا کو اور پانی کو پیدا کر دیا۔ پتا نہیں کتنا زمانہ قبل ہماری پیدائش سے خدا تعالیٰ نے ان نعمتوں کے سامان ہمارے لئے پیدا کئے تھے اور ہماری طرف سے کسی عمل کے ہونے کا اور کسی سعی کے ہونے کا خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کسی جہاد کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

دوسرے ہے رحیمیت۔ رحیمیت کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص نیک نیت کے ساتھ اور خلوص کے ساتھ اور ایثار کے جذبہ کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر اس کے حضور کچھ پیش کرتا ہے اور خدا اسے قبول کر لیتا ہے تو وہ بھی اپنے فضل سے ہی دیتا ہے مگر اس فضل کے نتیجہ میں جو اس موقع پر ہوتا ہے یہ رحیمیت کا جلوہ ہے اور اس کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے۔ انسان کام کرتا ہے۔ بڑی نیک نیتی سے خلوص سے ایثار سے کام کر رہا ہوتا ہے لیکن بیچ میں خامیاں رہ جاتی ہیں۔ وہ مغفرت سے ان خامیوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔ انسان عمل کرتا ہے بعض جگہ اس کو پتا ہی نہیں لگتا کہ میں خدا تعالیٰ کے حضور جو پیش کر رہا ہوں بہتر طریق پہ کس طرح پیش کروں تو خدا تعالیٰ اس کی ہدایت کے سامان پیدا کرتا ہے، خود اس کی راہنمائی کرتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں امتِ محمدیہ میں ایسے فدائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے جنہوں نے خدا تعالیٰ سے براہ راست وحی اور الہام کے ذریعے اس کی ہدایت پائی اپنے اعمال کو مہذب کرنے کے لئے پالش (Polish) کرنے کے لئے اور پھر خدا تعالیٰ نے دوسرا

فضل یہ کیا کہ ان کے اعمال کو قبول کر لیا اور ان کی اچھی جزا ان کو دی اور اس زندگی میں بھی اور وعدہ کیا اخروی زندگی میں بے انتہا انعامات کا۔

تو رحمت جو ہے یہ ان دو مختلف معنوں میں قرآن کریم کی اصطلاح اور عربی لغت کے لحاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہا کہ انسان کو کہ میری صفات کا مظہر بننے کی کوشش کرو۔ تو یہاں اس آیت میں یہ جو کہا گیا کہ رحمت کے جذبہ سے عاجزانہ رویہ اختیار کرو اس میں بھی دو حکم آ جائیں گے۔ ایک یہ کہ بہت سارے بچوں کو اپنی زندگی میں یہ خیال آیا ہوگا کہ ہمارے باپ نے ہم سے حسن سلوک نہیں کیا۔ یعنی اس کا کوئی عمل ایسا نہیں جو ہمیں احسان پر اکساتا ہو۔ قرآن کریم کہتا ہے پھر بھی تم نے احسان کرنا ہے۔ رحمت یعنی رحمانیت کا جلوہ تمہارے حسنِ سلوک، والدین سے حسنِ سلوک میں نظر آنا چاہئے اور جو انہوں نے تمہارے ساتھ نیکیاں کیں وہ بھی یہ تقاضا کرتی ہیں کہ تم ان کے ساتھ شکر گزار ہو کر معاملہ کرو۔ حسنِ سلوک کرو اور احسان کا معاملہ کرو۔ مثلاً بچہ ہے ماں کی گود میں، باپ کی شفقت کے نیچے، چند مہینوں کا بچہ، چند سال کا بچہ وہ کون سا احسان کر رہا ہے اپنے ماں باپ پر اس عمر میں، احسان وصول ہی کرنے کی عمر ہے نا۔ شفقت پانے کی عمر ہے۔ ماں کے سینے سے بہت کچھ حاصل کرنے کی عمر ہے۔ پرورش میں مدد دینے والے ہیں دونوں۔ اس نے تو ابھی تک کچھ نہیں کیا اور بہت ہیں ایسے ماں باپ جو اس لحاظ سے بچوں سے کبھی بھی کچھ نہیں لیتے جو یہ کہتے ہوں کہ باپ نے کچھ دیا نہیں پھر بھی ہم دیتے ہیں اور یا باپ نے جو دینا تھا وہ نہیں دیا پھر بھی ہم اس سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے ہر دو لحاظ سے تمہیں میری صفت رحمانیت اور صفت رحیمیت کا مظہر بننا پڑے گا جہاں تک تمہارے باپ کا تعلق ہے۔ ان کے لئے دعا کرو کہ اے خدا ان سے رحمت کا سلوک کر اور جو مثال آگے دی ہے اس سے یہ دعا یہ بنتی ہے کہ اے خدا! میرے ماں باپ نے تیرے سے معاملہ کرتے ہوئے ہزار کوتاہیاں کی ہوں تو انہیں معاف کر دے اور مغفرت کی چادر کے نیچے چھپا لے کیونکہ جب میں بچہ تھا اور میں کچھ نہیں کر سکتا تھا ان کیلئے، اس وقت وہ میرے ساتھ بڑا پیار کیا کرتے تھے تو رحمانیت کے جلوے کی یہ مثال دے کر اس دعا میں ایک حسن پیدا کر دیا گیا ہے۔

سورۂ عنکبوت کی جو آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نمبرا۔ اپنے والدین سے اچھا سلوک کرو، حسن سلوک کرو۔ حُسنًا کا لفظ ہے۔ اپنے والدین کی اطاعت کرنے کا حکم ہے۔ کامل اطاعت! سوائے ایک استثناء کے۔ یہ استثناء اپنے معنی کے لحاظ سے بڑا ہے لیکن اس کا بنیادی نقطہ ایک ہی ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر ماں یا باپ یا دونوں یہ حکم دیں کہ خدا کا شریک بناؤ تم تو اس بات میں ان کی اطاعت نہیں کرنی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کوئی ایسا حکم نہ دیں کہ خدا کا شریک بناؤ تو ایسے ہر حکم میں ان کی اطاعت کرنی ہے توحید پر قائم رہتے ہوئے۔

ایک اور بڑا حسین، بڑا پیارا مضمون اس جگہ بیان ہوا ہے۔ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ شرک کے خلاف یہ ابتدائی بنیادی تعلیم ہے۔ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ یہ ابتدائی بنیادی تعلیم ہے اس پر اسلام نے عمارت بڑی حسین کھڑی کی ہے جو شرک کو انسان کے ذہنوں سے ملیا میٹ کر دیتی ہے۔ اتنی حسین عمارت توحید باری تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی دلیل یہ دی ہے کہ چونکہ بت یعنی شریک باری کے وجود کے متعلق تجھے کوئی علم نہیں۔ اس واسطے تم ان کی بات نہ مانو Agnostics جو کہلاتے ہیں کہتے ہیں کہ چونکہ ہمیں خدا کا پتا نہیں (وہ دوسری طرف لے گئے ہیں نا) اس واسطے ہم خدا کو نہیں مانتے۔ یہ میں نے پہلے بھی بتایا تھا۔ سویڈن میں ایک بڑا چوٹی کا محقق ہے اس سے میں نے پوچھا کہ تم بھی عیسائی ہو؟ کس فرقے سے تعلق ہے؟ تو کہنے لگا۔ میں عیسائی ویسائی کچھ نہیں۔ میں Agnostic ہوں۔ ایک تو ایسے دھریہ ہیں جو کہتے ہیں ہم خدا کو مانتے ہی نہیں۔ خدا ہے ہی نہیں۔ ہمیں علم ہے کہ خدا نہیں ہے۔ جو ہے تو غلط مگر ان کا دعویٰ یہ ہے۔ ایک وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ چونکہ ہمیں ذاتی علم نہیں اس واسطے ہم نہیں مانتے۔ وحدانیت باری کا سوال تھا۔ میں نے بڑا سخت اس کو جواب دیا اس کا۔ میں نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے والد کا بھی یہی مذہب تھا؟ کہنے لگا ہاں۔ میرے والد بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ میں نے کہا تمہارے دادا صاحب کا کہنے لگے ان کا بھی یہی عقیدہ تھا میں نے کہا تمہارے پڑدادا صاحب کا؟ مسکرایا۔ کہنے لگا میں تو اپنے پڑدادا کو جانتا ہی نہیں۔ میں نے کہا چونکہ تم اپنے پڑدادا کو جانتے نہیں اس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکالتے کہ تمہارا کوئی پڑدادا تھا ہی نہیں۔ تم کہتے ہو چونکہ میں خدا کو نہیں جانتا اس لئے میں خدا کو مانتا ہی نہیں یہ نتیجہ تو نہیں نکلتا۔

خیر وہ برداشت کر گیا اسے۔ لیکن شرک کے خلاف یہی تعلیم یہاں دی ہے۔ ’’مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ‘‘ تجھے کوئی علم نہیں ہے۔ کسی انسان کو یہ علم نہیں، یہ دلیل میں نے کہا ہے ابتدائی اور بڑی حسین دلیل ہے لیکن یہی نہیں ہزاروں اور دلائل ہیں جو اس کے ساتھ آ کے ملتے ہیں۔ یہاں سے قرآن کریم نے شرک کے خلاف دلائل کی ابتدا کی کہ چونکہ تمہیں علم نہیں ہے کہ خدا کا کوئی شریک ہے اس لئے تم خدا کا کوئی شریک نہ مانو۔ لیکن خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں شرک کے خلاف بہت سے دلائل دیئے ہیں۔ پھر فرمایا چونکہ تمہیں اس بات کی معرفت حاصل ہوگئی اسلامی تعلیم میں کہ خدا کا کوئی شریک نہیں۔ مثبت، قوی دلائل وشواہد کے ساتھ اس واسطے خدا کا کوئی شریک نہیں مثلاً ایک جگہ کہا کہ دیکھو خدائے واحد ویگانہ میں یہ صفات پائی جاتی ہیں اور قرآن کریم کہتا ہے کہ جو اس قرآن پر عمل کرے گا اس کو یہ بشارتیں میں دیتا ہوں۔ اس کو یہ بشارت دیتا ہوں۔ بیسیوں سینکڑوں بشارتیں قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو دی ہیں۔ ان بت پرستوں کو پوچھو کہ جو تعلیم ان شرکاء کی طرف منسوب کرتے ہو وہ کونسی تمہیں بشارتیں دیتی ہیں اور کبھی تمہاری زندگی میں پوری بھی ہوئیں؟ لیکن جو خدا نے تم سے وعدے کئے وہ صادق الوعد تمہاری زندگی میں اپنے وعدوں کو پورا کر رہا ہے اور اپنے ہونے کا ثبوت اور اپنے واحد ہونے کا ثبوت تمہیں مہیا کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل دیئے۔ تو مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ میں شرک کے خلاف (شرک کے رد میں کہنا چاہیئے) شرک کے رد میں ابتدائی بنیادی دلیل، جس کا تمہیں علم ہی نہیں اس تعلیم کی طرف تم مجھے لے کر کیوں جانا چاہتے ہو۔ سورۂ لقمان کی آیت میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں، وہ یہ ہیں۔

ایک والدین سے احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہ کہہ کر کہ میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو، خدا کہتا ہے میرے شکر گزار بندے بنو اور اگر میرے شکر گزار بندے بننا ہے تو اپنے والدین کے بھی شکر گزار بندے بنو۔ اس واسطے کہ جو تمہاری زندگی میں انہوں نے تم پر احسان کئے وہ میرے بعض ان احسانوں سے بڑے ملتے جلتے ہیں جو میں نے تم پر کئے۔ اگر تم اپنے والدین کا شکریہ نہیں ادا کرو گے تو پھر میرے شکر گزار بندے بھی نہیں بن سکو گے، بھٹک جاؤ گے صراط مستقیم سے۔

دوسرے یہاں یہ کہا گیا کہ اگر والدین شرک کا حکم دیں تو ان کی بات نہیں ماننی۔ جیسا کہ میں نے بتایا۔ والدین کے شکر کو خدا کا شکرگزار بننے کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ تو یہاں یہ دونوں طرف چلتی ہے۔ یعنی جب خدا تعالیٰ کا احسان تمہارے سامنے آئے گا تو تم ماں باپ کا احسان ماننے لگ جاؤ گے جب ماں باپ کا شکرادا کرو گے۔ احسان تسلیم کرو گے تو خدا تعالیٰ کا احسان بھی تبھی کرسکو گے۔

تیسری بات (اور وہ بنیادی بات ہے) وہ ہے سورۃ لقمان میں میں نے بعض باتیں گن کے بتائیں اور گننے کا میرے ذہن میں ایک یہ بھی فائدہ تھا کہ بچوں کا اپنے ماں باپ کے ساتھ جو تعلق ہے اس سلسلے میں جو بچوں کی ذمہ داریاں ہیں وہ صرف اس دائرے تک محدود نہیں جن کو کھول کر قرآن کریم کی آیات نے بیان کیا اس واسطے کوئی ایسی آیت کسی آیت کا ایسا حصہ ہونا چاہیئے کہ جو بنیادی طور پر ایک ایسی بنیادی تعلیم دے جو ہر شعبہ زندگی کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہو۔ اور وہ یہ ہے۔ ’’وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا‘‘۔

پس چوتھی بات جو سورۃ لقمان میں یہ بیان کی گئی کہ دنیوی معاملات جتنے بھی ہیں سب کے سب میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھو۔ یہ ہمارا حکم ہے۔ تو دنیوی لحاظ سے جتنی ذمہ داریاں بھی انسان کی انسان پر ہیں ماں باپ اور بچے کا تعلق اس لحاظ سے بھی ہے وہ تمہیں ادا کرنی چاہئیں۔ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا سارے کے سارے دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھنے کا حکم دے کر اور بعض باتوں کو کھول کر بیان کرکے یہ سارا مسئلہ واضح طور پر ہمارے ذہنوں میں ڈال دیا اسلامی تعلیم نے۔

اور پھر یہاں (الفاظ میں نہیں لیکن) مضمون کے تسلسل میں جو بات کہی گئی ہے اس سے واضح ہے کہ انسان سوچے گا کہ اتنا وسیع حکم دے دیا کہ سارے دنیوی معاملات میں اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک تعلقات کو قائم رکھو۔ ورنہ میں ناراض ہوجاؤں گا تمہارے ساتھ۔ تو سارے دنیوی معاملات جن میں ماں باپ کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھے جاسکتے ہیں۔ ان کا ہمیں پتا کیسے لگے گا؟ پھر کس رنگ میں ان کو ادا کرنا ہے؟ فرمایا اس کے لئے عظیم اسوہ کی ضرورت ہے اس واسطے جو عظیم اسوہ تمہارے لئے بنایا گیا ہے اس اسوہ کی پیروی کرو۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی۔ تمہیں پتا لگ جائے کہ ماں باپ کے حقوق کیا ہیں۔ تمہیں علم حاصل ہو جائے گا کہ ان کی ادائیگی کس طرح کی جاسکتی ہے۔

تو جہاں تک ماں باپ کا سوال ہے والد والد میں فرق نہیں کیا گیا۔ اب ایک تو بزرگوں کے بچے ہیں، ایک ایسے بچے ہیں جن کے والد سید عبدالقادر جیلانیؒ جیسے، جن کے والد امام ابوحنیفہؒ جیسے جن کے والد امام بخاریؒ جیسے، جن کے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ہیں۔

پھر بعض والد ہیں جو موحد تو ہیں۔ خدا تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں مگر وہ غیر مسلم، ان کا عقیدہ وحدانیت کے متعلق نہ اتنا روشن نہ اتنا حسین نہ اتنا وسیع، نہ اتنا مؤثر۔ ان کی اپنی زندگی میں جتنا مسلمان کا عقیدہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت میں جب وہ معرفتِ الٰہی حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن وہ ہیں موحد۔ وہ کہتے ہیں خدا ایک ہے مگر اس کی صفات کی واضح شناخت نہیں، معرفت نہیں رکھتے، صفات کے جلوے ان کی ذاتی زندگیوں میں ظاہر نہیں ہوتے یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ہیں موحد یہ نمبر دو قسم کے ہو گئے۔

پس ایک باپ ہے موحد غیر مسلم یہ دوسری قسم کا موحد ہے وہ آگے پھر وہ قسمیں بن جاتی ہیں۔ ایک تو اس دوسری قسم کا موحد وہ ہے جو خدائے واحد ویگانہ پر ایمان بھی لاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی نہیں کر رہا اور ایک موحد وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان بھی لاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی بھی کر رہا ہے۔ یہ بھی کہنے کو موحد ہے۔ اور ایک باپ ہے جو موحد نہیں ہے، مشرک ہے۔

تو مشرک باپ بھی ہے ایسا موحد بھی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا لیکن وہ آپ کے خلاف بولتا بھی نہیں۔ ایک ایسا موحد ہے جو کہتا ہے خدائے واحد ویگانہ پر میں ایمان بھی لایا لیکن معرفتِ الٰہی نہ ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی بھی کرنے والا ہے۔ ایک ایسا موحد ہے جو خدائے واحد ویگانہ کی معرفت بھی رکھتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جاں نثار اور فدائی بھی ہے۔ تو عقیدے کے لحاظ سے اور مذہبی رجحان

کے لحاظ سے باپ باپ میں کتنا فرق پڑ گیا۔ان سارے فرقوں کے باوجود قرآن کریم کہتا ہے کہ ان کے ساتھ تم نے شکر کی بنیاد پر حسن سلوک کی بنیاد پر، احسان کی بنیاد پر، سلوک کرنا ہے۔ یہ حکم ہے خدا تعالیٰ کا۔ اس (اللہ تعالیٰ) نے کہا اس حکم پر عمل کرنے کے راستہ میں مشرک باپ کا شرک روک نہیں بنے گا۔

ایسے موحد کا عقیدہ بھی اس حکم کی بجا آوری میں روک نہیں بنے گا جو موحد ہونے کا دعویٰ تو کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے کی وجہ سے جہالت سے جاہلانہ گستاخی سے وہ آپ کے خلاف بدزبانی بھی کرتا ہے ایک ایسا باپ بھی ہوگا مسلمان کا جو اسلام نہیں لایا ابھی لیکن فطرتاً شریف ہے وہ کہتا ہے۔ کسی کو بھی برا بھلا نہیں کہنا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں کہتا لیکن ایمان نہیں لاتا۔ اور ایک ایسا بچہ بھی ہے جس کا باپ حضرت ابوبکر جیسا انسان ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تو قرآن کہتا ہے کہ تمہارے باپ مختلف العقیدہ ہوں گے۔ سارے انسانوں پر غور کرو، باپ موحد مومن ہوں گے، باپ موحد گستاخ ہوں گے، باپ موحد شریف ہوں گے، باپ مشرک ہوں گے، باپ دھریہ ہوں گے۔ ایسا باپ بھی ہوگا ایک شخص کا جو کہتا ہو میں زمین سے خدا کا نام اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دوں گا اسلام کہتا ہے تمہارا باپ اگر ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ میں زمین سے خدا کے نام اور آسمانوں سے خدا کے وجود کو مٹادوں گا تب بھی میرا تمہیں یہ حکم ہے کہ جو اس کے حقوق میں نے قائم کئے ہیں وہ تم نے ادا کرنے ہیں ورنہ میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا۔ یہ ہے اسلامی تعلیم جس نے ہر انسان کو ایک مقام پر لا کے کھڑا کر دیا ہے۔ ہر ایسے انسان کو جو اپنے بچوں کے رشتے کے لحاظ سے باپ ہوں گے۔ کسی کا کوئی عقیدہ، کسی کا کوئی عقیدہ، کسی کا کوئی عقیدہ۔ جو خدا کو نہیں مانتا دہریہ ہے، جو خدا کے ساتھ بتوں کی پرستش کرتا ہے، جو خدا کو واحد مانتا ہے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی نالائقی کی وجہ سے بدبختی کی وجہ سے گستاخی کرنے والا ہے۔ جو خدا کو مانتا ہے لیکن اسلام کو نہیں مانتا لیکن بدزبان نہیں ہے۔ لیکن وہ جو خدائے واحد و یگانہ کی معرفت حاصل رکھتا اور خدا تعالیٰ کے نور میں لپٹا ہوا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہے۔ باپ باپ میں کتنا

فرق ہو گیا۔ لیکن تعلیم اسلامی کہتی ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں ان کے اندر کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ ایک نہایت حسین معاشرہ جو مساوات کی بنیادوں پر قائم کیا گیا جو اس اعلان کے ساتھ قائم کیا گیا کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (حٰمٓ السجدة:۷) بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دعا کریں کہ نوعِ انسانی جس پر خدا تعالیٰ نے اسلامی تعلیم کے ذریعے بے شمار احسان کئے ہیں وہ اپنے خدا کو اور اس کے احسانوں کو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور آپ کے حسن و احسان کو پہچاننے لگے اور خدا تعالیٰ کے جھنڈے تلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آکر اکٹھی ہو جائے۔

آپ نے ان کو دلائل کے ساتھ ذہنی روشنی کے ساتھ اپنے روحانی نور کے ساتھ اپنے پیارے عمل کے ساتھ اس طرف کھینچ کے لانا ہے۔ یہ ذمہ داری آپ کی ہے۔ آپ کو اس کو سمجھنا چاہیئے۔ اس پر عمل کرنے کی خدا تعالیٰ آپ کو بھی توفیق دے اور مجھے بھی توفیق دے کہ اس کی توفیق کے بغیر اور اس کی مدد اور نصرت کے بغیر انسان کچھ نہیں کرسکتا۔ اللھم اٰمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲؍جون ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۷)